اس گیت میں سوچ ۔ من ۔ الجھن ۔ حیران ۔ شرماؤ ۔ آنکھ وغیرہ الفاظ سادہ اور لوچدار انداز رکھتے ہیں جن میں ہندی کے دو لفظ " ادھروں " (ہونٹوں) اور " دھر " اجنبی معلوم ہوتے ہیں ۔ دراصل اس گیت کی زبان بنیادی طور پر اردو کی ٹکسالی زبان کا کسی قدر سادہ اور صاف روپ ہے ۔ اور گیت کی زبان سے بہت قریب ہے ۔

اردو ہندی کی ملی جلی زبان کا رجحان بھی کافی نمایاں ہے ۔ یہ عظمت اللہ خان ۔ اختر شیرانی ۔ تاثیر ۔ میراجی ۔ مقبول حسین احمد پوری ۔ وقار انبالوی ۔ نیائے شرما ۔ اندرجیت شرما ۔ قیوم نظر ۔ جمیل الدین عالی وغیرہ سے ہوتا ہوا حال کے نئے شاعروں کے گیتوں تک مسلسل نظر آتا ہے ۔ اس رجحان کے بھی دو رنگ نمایاں ہیں ۔ ایک میں اردو الفاظ کی فراوانی اور دوسرے میں ہندی الفاظ کی بہتات ہے ۔ یہ گیت بعنوان "آج کی رات"

پریتم رہ جا آج کی رات
آج کی رات جیارا دھڑکے آج کی رات انکھیاں بھی پھڑکیں
جوڑ رہی ہوں ہات ۔ پریتم رہ جا آج کی رات ۔
بجلی کڑکے بادل برسے ۔ آج کی رات نکل نہیں گھر سے
آج بھری برسات ۔ پریتم رہ جا آج کی رات
آج کی رات جیا گھبرائے ۔ آج کی رات گئی کب آئے
سن جا من کی بات ۔ پریتم سن جا من کی بات

(وقار انبالوی)

اور اب یہ گیت پڑھئے :

سر کا گیان کہاں سے پاؤں ۔ کھو گئے میرے راگ
جس مورت کا بنا پجاری اسی سے من کو لاگ

سر کا گیان کہاں سے پاؤں ۔ کھو گئے میرے راگ
پوجا سے سر گیان کے بدلے اپنے آپ کو پاؤں
اپنے آپ کو پاؤں تو سنگیت کا مان گھٹاؤں
یہ کیسا بیراگ
سر کا گیان کہاں سے پاؤں کھو گئے میرے راگ

رات کا جنگل ۔ ریت کا مندر بن باتی کا دیپ
بن لہروں کا ساگر جیون بن موتی کا سیپ
بن جوتی کی آگ
سر کا گیان کہاں سے پاؤں کھو گئے میرے راگ

(شہاب جعفری)

پہلے گیت میں پریتم ۔ جیارا ۔ انکھیاں ۔ جیا اور من اور دوسرے گیت میں ۔ سر ۔ گیان ۔ مورت پجاری ۔ پوجا سنگیت ۔ بیراگ ۔ مندر ۔ دیپ ساگر جیون وغیرہ الفاظ ہندی کے ہیں ۔ پہلے میں ہندی الفاظ کم اور اردو الفاظ زیادہ ہیں جب کہ دوسرے میں اس کے برعکس ہندی الفاظ کا پلّہ بھاری ہے دونوں قسم کے الفاظ دونوں گیتوں میں شیر و شکر ہیں ۔ یہ زبان گیتوں کی زبان سے قریب ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔

تیسرا رجحان ہندی اودھی اور لوک گیتوں کی زبان کو اپنانے کا رجحان ہے ۔ اس طرح کے گیت کمیاب ہیں مگر نایاب نہیں ۔ اس رجحان کو ۱۹۴۷ء کے بعد فروغ ملا جمیل الدین عالی ۔ شکیل بدایونی ۔ قتیل شفائی ۔ شہاب جعفری ۔ ندا فاضلی اور دوسرے بہت سے فلمی اور غیر فلمی شاعروں کے یہاں ایسی زبان نظر آتی ہے ۔ یہ گیت

دیپ جلے بن باتی راما
میں تو نیند کی ماتی راما

دیپ جلے بن باتی راما
کو میرو من کا بسیا راما - کو میرو جائی رام
سدھ بسرائی بوجھونہ پاتی میں دکھ پاتی رام
بیت گنوائی رام
لکھ لکھ پھاڑوں پاتی راما
دیپ جلے بن باتی (شہاب جعفری)

یہ اس رجحان کی ابتدائی شکل ہے - اس میں تمام الفاظ ہندی زبان کے ہیں یا ہندی تلفظ میں نظم ہوتے ہیں - اس کی زبان پر کسی حد تک دیہات کی ٹھیٹھ زبان کا اثر بھی ہے - اس گیت کی زبان میں گیت کی زبان کی کئی خصوصیات مجتمع ہوگئی ہیں جن سے اس میں گیت کی فضا کی خنک تابی اور آہنگ کی نرمی پیدا ہوگئی ہے - اور یہ گیت

موہے بھول گئے سانوریا بھول گئے سانوریا
اون کہہ گئے اجہوں نہ آئے یعنی نہ موری کھبریا
موہے بھول گئے سانوریا
دل کو دئے کیوں دکھ برہا کے - توڑ دیا کیوں محل بنا کے
آس دلا کے او بے دردی پھیری کا ہے نجریا
موہے بھول گئے سانوریا
نین کہیں رو رو کے سجنا - دیکھ چکے ہم پیار کا سپنا
پریت ہے جھوٹی پریتم جھوٹا - جھوٹی ہے ساری نگریا
موہے بھول گئے سانوریا
(شکیل بدایونی)

اس گیت میں نظر سے نجریا - خبر سے کھبریا اور نگر سے نگریا کی طرف مراجعت نے بول چال

اور ٹھیٹ زبان کی خصوصیات پیدا کی ہیں - علاوہ دوسرے الفاظ بھی ہندی اور بول چال کی زبان کے ہیں - اس طرح اس گیت میں لوک گیتوں کی زبان سے مشابہت پیدا ہوگئی ہے یہی مشابہت اس میں گیت کی زبان کی خصوصیات پیدا کرتی ہے -

جدید تر گیتوں میں گیت کی زبان کے بیشتر عناصر نظر آنے لگے ہیں جس سے ایک طرف اُردو شاعری کو نیا ذخیرہ الفاظ مل رہا ہے اور دوسری طرف گیت زبان کے نقطۂ نظر سے اپنے معیار کی طرف بڑھ رہا ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ گیت بہت جلد اُردو شاعری کی مقبول اور ممتاز ہیئت سمجھی جانے لگے گی -

اہلِ علم کے لئے پانچ نادر تحفے

۱۔ تفسیر روح المعانی :- جو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قسط وار شائع ہو رہی ہے -
قیمت مصری ذخیرہ کے مقابلے میں بہت کم یعنی صرف تین سو روپے -
آج ہی مبلغ دس روپے پیشگی روانہ فرما کر خریدار بن جائیے اب تک بیس ۲۰ جلدیں طبع ہو چکی ہیں باقی دس ۱۰ جلدیں عنقریب طبع ہو جائیں گی -

۲۔ تفسیر جلالین شریف مصری :- مکمل مصری طرز پر طبع شدہ حاشیہ پر دو مستقل کتابیں -
(۱) لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطیؒ (۲) معرفت الناسخ والمنسوخ لابن حجر قیمت مجلد -/20

۳۔ شرح ابن عقیل :- الفیہ بن مالک کی مشہور شرح جو درسِ نظامی میں داخل ہے قیمت مجلد -/20

۴۔ شیخ زادہ :- حاشیہ بیضاوی سورۂ بقرہ مکمل قیمت -/80

۵۔ فتح الباری :- جو قسط وار شائع ہو رہی ہے - خدا کے فضل سے دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں

ملنے کا پتہ :- ادارہ مصطفائیہ دیوبند (یو پی)

خلافتِ راشدہ کے دور کی اہمیت اور اس کی مشترک روح

از جناب مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ

" زیرِ نظر مضمون اس مقالہ کا ایک حصہ ہے جو جناب سید اطہر حسین صاحب آئی۔ اے۔ ایس کی انگریزی کتاب GLORIOUS CALIPHATE کے لئے بطور مقدمہ کے لکھا گیا تھا۔ یہ کتاب خلفائے راشدین کی سیرت اور کارناموں پر مشتمل ہے اور غالباً اس موضوع پر انگریزی میں پہلی کتاب ہے جو ایک مسلمان فاضل کے قلم سے نکلی ہے۔ عام افادہ اور دلچسپی کے خیال سے اس کو برہان میں بھی شائع کیا جا رہا ہے یہ کتاب عنقریب مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہونے والی ہے۔"

جن لوگوں نے قرآن کا کچھ بھی مطالعہ کیا ہے، اور سیرت و حدیث سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں، وہ اس بات سے ضرور واقف ہوں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، آپ کی بعثت کے مقاصد، اور آپ کے اصلاحی و تربیتی کام، اور جس طرح کا انقلاب آپ دنیا میں برپا کرنا اور جو نیا معاشرہ آپ وجود میں لانا چاہتے تھے، اس کا دائرہ نہ تو آپ کی زندگی تک محدود تھا، اور نہ جزیرۃ العرب کے حدود تک، قرآن مجید نے ایک طرف آپ کی نبوت و بعثت کے عالمگیر ہونے، اور پوری نوعِ انسانی کو اس کا مخاطب ہونے کا اعلان الفاظ میں کیا ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ   اے محمدؐ! کہو کہ، اے انسانو! میں تم سب

إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ[1]

کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں، جو زمین اور آسمان کی بادشاہی کا مالک ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔

دوسری طرف آپ کی دعوت اور آپ کے کار نبوت کی تکمیل، اور اس کے عروج وارتقار کی آخری منزل اور نقطہ پر پہنچنے کی پیشین گوئی اس انداز سے فرمائی جس سے یہ نتیجہ قدرتی طور پر نکلتا ہے کہ آپ کی دعوت اور جدوجہد ایک چراغ کی وقتی اور عارضی بھڑک، اور کسی گھٹاٹوپ اندھیرے میں بجلی کی چمک کے مرادف نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا چراغ ہے جو بالآخر ساری دنیا کو روشن کرے گا، اور اپنی درخشانی و تابانی کے نقطہ عروج پر پہنچ کر رہے گا، اور آپ کا لایا ہوا دین مستقبل قریب میں تمام ادیان پر غالب آجائے گا، فرمایا گیا:۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٭ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ[2]

یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو، وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

ان واضح اعلانات و حقائق کے بالمقابل جن سے نبوت محمدی کے زمانی اور مکانی رقبے کے لامحدود ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ محمد رسول اللہ

---

[1] سورۃ الاعراف : ۱۵۸

[2] سورۃ الصف : ۸ — ۹

صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سابقین اور افراد نوعِ انسانی کی طرح ایک محدود و معین جسمانی زندگی لے کر آتے تھے اور موت و حیات کے طبعی اور عالمگیر قانون سے آپ بھی اسی طرح مستثنیٰ نہ تھے جیسے کہ دنیا کے باقی انسان، قرآن مجید میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ:-

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم[۱]

محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں، یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

دوسری جگہ فرمایا

إنك ميت وانهم ميتون[۲]

اے نبی تمھیں بھی مرنا ہے، اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے

یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ ایسی تسلیم شدہ حقیقت ہیں جن میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا شخص انکار نہیں کر سکتا جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے، اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے، آپ کا کام آپ کی زندگی پر ختم نہیں ہوتا آپ کی زندگی کے بعد بھی اس کا جاری رہنا ضروری ہے علمی طور پر بھی یہ ایک حقیقت ہے اور جو شخص تاریخ سے کچھ بھی راہ و رسم رکھتا ہے، وہ جانتا ہے، کہ آپ کا دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت تک اسلام جزیرۃ العرب کے ایک مخصوص رقبہ تک محدود تھا خود پورے عرب میں بھی نہیں پھیلا تھا، پڑوسی ملک میں نہ اس کی روشنی مشرقی سلطنت ایران کے وسیع حلقۂ اثر میں پہنچی تھی، نہ مغربی شہنشاہی بازنطینی سلطنت کے وسیع مقبوضات میں، نہ اسلام کو اپنی غیر معمولی اصلاحی و تربیتی، اخلاقی و اجتماعی، معاشرتی و تمدنی، قانونی و سیاسی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع ملا تھا، اور نہ

---

[۱] سورۃ آل عمران : ۱۴۴

[۲] سورۃ الزمر : ۳۰

اس کی بنیاد پر ایک پوری زندگی کی تشکیل، اور ایک مکمل معاشرہ کے قیام اور اس کے ذریعہ زندگی کے مسائل کو حل کرنے کا کوئی وسیع تجربہ لیا گیا تھا، نہ دنیا کو اس کا موقع ملا تھا کہ وہ مختلف قوموں، تہذیبوں، قوانین، مزاجوں اور طبائع، نسل و رنگ، انتظامی و اقتصادی اختلافات کی موجودگی میں اسلامی اصول و تعلیمات کی صداقت، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی ہوئی جماعت کی قابلیت کا کوئی تجربہ کر سکے۔ عرب کے ایک محدود علاقہ کو چھوڑ کر جس میں گنتی کے چند شہر اور مرکزی مقامات تھے، خدا کی ساری زمین مطلق العنان بادشاہوں کے ظلم و سفاکی، بے مقصد جنگوں کی غارتگری اور خون آشامی، (جن میں سے ایران و بازنطینی سلطنت کی ٹکر ماضی قریب کا تازہ واقعہ تھا) طبقہ حکام کی دولت ستانی اور تعدی، امراء اور رؤساء کی نفس پرستی اور عیش کوشی، عمال کی بد انتظامی اور بے عنوانی، کارپردازان سلطنت کی نااہلی، اور فرض ناشناسی، علم و دین کے ٹھیکیداروں (احبار و رہبان) کی ابلہ فریبی اور نفس پروری سے تاراج اور پامال ہو رہی تھی، اور کہیں بھی انسان کو اپنی فطری صلاحیتوں کو نشو و نما دینے، اور ترقی کی آخری منزل تک پہنچانے، اور علم و عقل کو آزادانہ طریقہ پر اپنا کام کرنے کا موقعہ نہیں مل رہا تھا، ابھی دنیا نے شرک و بت پرستی، خرافات و اوہام سے نجات، اور اپنے جیسے انسانوں کی ابدی غلامی سے آزادی، اور خدائے واحد کی پرستش اور غلامی، اور دین و دنیا کی سعادت و ترقی کی بشارت ہی سنی تھی، اور ایک محدود اور مختصر رقبہ میں دینِ توحید، اور انسانیت کے شرف و احترام کا تجربہ ہی کیا تھا، کہ آپ کی زندگی کی وہ مدت پوری ہو گئی جو خدا نے مقرر فرمائی تھی، اور آپ کو طلبی کا پیغام آگیا، اب اس مقصد کی تکمیل کا جس کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا تھا، اور اس نعمت میں دنیا کے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو شریک کرنے کے لئے جس کو لے کر آپ دنیا میں آئے تھے اس کے سوا کیا شکل تھی کہ یہ کام آپ کے ان لائق جانشینوں کے سپرد کیا جائے، جن کو آپ نے اپنی ۲۳ برس کی نبوت کی زندگی میں تیار کیا تھا، اور جو

ایک طرف آپ کے سب سے زیادہ معتمد علیہ، سفر و حضر، اور جلوت و خلوت میں آپ سے سب سے زیادہ قریب، آپ کے مزاج و مذاق سے سب سے زیادہ آشنا اور اسلام کے مقاصد کے سمجھنے میں سب سے زیادہ ذہین و زیرک اور دوسری طرف مسلمانوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ معتبر و محترم، اور آپ کی جانشینی کے اہل و حقدار تھے، اور جن کے ساتھ آپ کا زندگی بھر کا طرزِ عمل اس بات کی تصدیق کرتا تھا، کہ وہ آپ کی نظر میں اس نازک ذمہ داری کو قبول کرنے کے پوری طرح اہل ہیں، پھر واقعات، ان کے کارنامے، ان کے زمانے کی وسیع فتوحات، اشاعتِ اسلام کی محیر العقول وسعت، ان کا زہد و اتقا، ان کی بے نفسی اور بے لوثی، ان کا ایثار و قربانی، جاہ و اقتدار اور عیش و تنعم کے بہترین وسائل و مواقع سے بالکل فائدہ نہ اٹھانا، دریا میں اترنا اور پھر دامن تر نہ ہونا، اسلام کی تعلیمات کو پورے عزم و خلوص کے ساتھ نافذ کرنا صاف بتلاتا ہے، کہ وہ اس جانشینی کے ہر طرح سے اہل، اور اس نازک اور پیچیدہ ذمہ داری کے لئے جس کی مثال بے نفس داعیوں، پیشوایانِ مذاہب، اور بانیانِ سلطنت، اور کارپردازانِ حکومت دونوں کی تاریخ میں یکساں طریقہ پر نایاب ہے، ہر طرح سے موزوں تھے۔

نبوت کی اسی جانشینی کا نام "خلافت" اور تقدیرِ الٰہی کے مطابق جو لوگ اسلام کے ابتدائی عہد میں اس منصبِ رفیع پر فائز ہوتے، ان کا نام اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کے عرف اور اصطلاح میں خلفائے راشدین ہے، یہ خلافت در حقیقت نبوت کے تنظیمی و انتظامی، اور اصلاحی و دعوتی فرائض کی تکمیل کا ہے، اور اس طرح ہم اس کو تاریخی طور پر سیرتِ نبوی ہی کا ایک باب، اور آپ ہی کی نبوت اور تربیت کا ایک معجزہ اور اس کا کارنامہ سمجھتے ہیں، اور اس کارنامہ کی اشاعت و تبلیغ، اس کو صحیح رنگ میں پیش کرنا، اور اس کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا ہمارے نزدیک سیرت ہی کی ایک خدمت، اور نبوت محمدیؐ کے اعجاز کو نمایاں کرنے کی ایک کوشش ہے،

کہ درختوں اور پھولوں کی خوشنمائی وشادابی، اور حسنِ ترتیب، باغبان کی محنت اور شاگردوں اور ساختہ وپرداختہ انسانوں کی کارگذاری، اپنے مقصد سے عشق اور وفاداری، اور صحیح راستہ پر ان کی استقامت واستواری استاد اور مربی ہی کی تعلیم وتربیت اور اس کی مردم گری اور کیمیا سازی کی دلیل ہے، یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کو علم وعمل کے میدان میں جو کچھ حاصل ہوا، اور وہ جاہلیت کی پست سطح سے علم وعرفان کی جن بلندیوں تک پہنچے، وہ سب نبوت محمدی ہی کا فیضان، اور آپ کی تعلیم وتربیت کا کرشمہ تھا، اسی حقیقت کو قرآنِ مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

ھُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[1]	وہی ہے جس نے اُمّیوں کے اندر ایک رسول خود انھیں میں سے اُٹھایا، جو انھیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اگرچہ ان چاروں خلفاء کو مختلف حالات مسائل، مشکلات اور تجربوں کا سامنا کرنا پڑا، انسانی زندگی تغیر پذیر ہے، اسلامی معاشرہ بھی نئے نئے عوامل سے متاثر ہو رہا تھا، حجاز اور دار الخلافہ، مدینہ یا کوفہ بدلتے ہوئے حالات، اور اثر قبول کرنے والی طبیعتوں سے غیر متاثر نہیں رہ سکتا تھا، اس لئے ان خلفاء کے فیصلوں، مسائل کے حل اور طرزِ عمل میں اختلاف وتنوع کا ظاہر ہونا قدرتی عمل ہے ان میں اجتہادی اختلافات بھی رونما ہوتے، ابتدائی دو خلفاء (ابوبکرؓ وعمرؓ) کے ساتھ جس طاعت وانقیاد اور جس احترام واعتماد کا معاملہ تھا، اور ان کے زمانے میں اسلام جس طرح دنیا میں پیش قدمی کر رہا تھا، اور ہر معاملہ میں کامیابی اور اقبال مندی ان کا ساتھ دے رہی تھی

[1] سورۃ الجمعہ ۲